

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

اس سے پہلے ان صفحہات میں جن انسانی کمزوریوں کا ذکر کیا جا چکا ہے ان سے نوعیت میں مختلف، مگر نزلج کے اعتبار سے قریب قریب اتنی ہی نقصان دہ ایک اور کمزوری بھی انسانوں میں بہ کثرت پائی جاتی ہے جسے ہم "ضعف ارادہ" کا نام دے سکتے ہیں۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان ایک تحریک کی دعوت من کر اسے صدق دل سے بیگ کہتا ہے، اور اول اول خاصا جوش بھی دکھاتا ہے، مگر وقت گزرنے کے ساتھ اس کی دل چسپی کم ہوتی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ اُسے نہ اُس مقصد سے کوئی حقیقی لگاؤ باقی رہتا ہے جس کی خدمت کے لیے وہ آگے بڑھا تھا، اور نہ اُس عبت کے ساتھ کوئی عملی وابستگی باقی رہتی ہے جس میں وہ دلی رغبت کے ساتھ شامل ہوا تھا۔ اُس کا دماغ بہستور اُن دلائل پر مطمئن رہتا ہے جن کی بنا پر اس تحریک کو اس نے برحق مانا تھا۔ اُس کی زبان بہستور اس کے برحق ہونے کا اقرار کرتی رہتی ہے۔ اس کے دل کی شہادت بھی یہی رہتی ہے کہ یہ کام کرنے کا ہے اور ضرور ہونا چاہیے۔ لیکن اس کے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں اور قوائے عمل کی حرکت مست ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس میں کسی بدبختی کا ذرہ برابر دخل نہیں ہوتا۔ مقصد سے انحراف بھی نہیں ہوتا۔ نظریے کی تبدیلی بھی قطعاً واقع نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے آدمی جماعت کو چھوڑنے کا خیال نہیں کرتا۔ مگر بس، وہ ارادے کی کمزوری ہوتی ہے جو ابتدائی جوش ٹھنڈا ہو جانے کے بعد مختلف شکلوں میں اپنے کوشٹے دکھانے شروع کر دیتی ہے۔

ضعف ارادہ کا ابتدائی ظہور کام چوری کی صورت میں ہوتا ہے۔ آدمی ذمہ داریاں قبول کرنے سے جی چرانے لگتا ہے۔ مقصد کی راہ میں وقت اور محنت اور مال خرچ کرنے سے گریز کرنے لگتا ہے۔ دنیا کے ہر دوسرے کام کو اُس کام پر ترجیح دینے لگتا ہے جسے وہ زندگی کا نصب العین قرار دے کر آیا تھا۔ اس کے اوقات ہیں،

اس کی مختلریں ہیں، اس کے مال ہیں، اُس کے نام نہاد مقصد حیات کا حصہ کم سے کم ہونا چاہتا ہے۔ اور جس جماعت کو وہ برحق جماعت مان کر اس سے وابستہ ہوا تھا اس کے ساتھ بھی وہ صرف نظم اور ضبط کا تعلق باقی رکھتا ہے، اس کے بھنے اور برے سے کوئی فرغ نہیں رکھتا، نہ اس کے معاملات میں کسی قسم کی لچپی لینا ہے۔

یہ حالت کچھ اس طرح بتدریج ظاری ہوتی ہے جیسے جوانی پر بڑھاپا آتا ہے۔ اگر آدمی اپنی اس کیفیت پر نہ خود متنبہ ہو، نہ کوئی اسے متنبہ کرے، تو کسی وقت بھی وہ یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ جس چیز کو میں اپنا مقصد زندگی قرار دے کر جان و مال کی بازی رگانے کے لیے اٹھا تھا، اُس کے ساتھ اب یہ کیا معاملہ کرنے لگا ہوں۔ یوں محض غفلت اور بے خبری کے عالم میں آدمی کی دلچسپی روایتی ہے، جان ہوتی چلی جاتی ہے، حتیٰ کہ کسی روز بے خبری ہی میں اس کی طبیعت واقع ہو جاتی ہے۔

جماعتی زندگی میں اگر پہلے آدمی کے اندر اس کیفیت کے ظہور کا نوٹس نہ لیا جائے اور اس کے نشوونما کو روکنے کی فکر نہ کی جائے تو ایک ضعیف الارادہ شخص کی چھوت دوسرے تمام اُن لوگوں کو لگتی شروع ہو جاتی ہے جن کے اندر ضعیف ارادہ پیدا ہو رہا ہو۔ انہ کو گھٹنے کو ٹھیلنے کا ہرمان مل جاتا ہے۔ اچھے خاصے سرگرم آدمی دوسروں کو کام نہ کرتے دیکھ کر خود بھی کام چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اور کوئی اشد کا بندہ یہ نہیں سوچتا کہ میں کسی اور کے نہیں، خود اپنے مقصد حیات کی خدمت کے لیے آیا تھا، اگر دوسرے اپنا مقصد چھوڑ چکے ہیں تو میں اپنے مقصد کے کیوں دست بردار ہو جاؤں۔ ان لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو صرف اس لیے جنت کے راستے پر چلنا چھوڑ دے کہ دوسرے ساتھ بیٹھنے لگے۔ گویا جنت اس کی اپنی منزل مقصود نہ تھی، یا وہ اس شرط کے ساتھ جنت جانا چاہتا تھا کہ دوسرے بھی وہاں جائیں، اور شاید دوسروں ہی کے ساتھ وہ جہنم چلنے کا ارادہ بھی کرنے لگا تھا، اگر انہیں اُس طرف ہلتے دیکھے، کیونکہ اس کا اپنا مقصد کوئی نہیں ہے، جو کچھ دوسروں کا مقصد ہے وہی اس کا بھی ہے۔ اس ذہنی کیفیت میں مبتلا ہو جانے والے لوگ ہمیشہ کام نہ کرنے والوں کو مثال بناتے ہیں، کام کرنے والوں میں انہیں کوئی قابلِ تقلید مثال

تاہم بسا غنیمت ہے کہ کوئی شخص بس بید سے سادھے طریقے پر ضعفِ ارادہ کی بنا پر سست پڑ جائے اور سست ہی پڑ کر رہ جائے۔ لیکن انسانی فطرت جب ایک دفعہ کمزوری میں مبتلا ہو جاتی ہے تو دوسری کمزوریاں بھی ابھرنے لگتی ہیں، اور کم ہی لوگ اس پر قادر ہوتے ہیں کہ اپنی ایک کمزوری کی مدد پر دوسری کمزوریوں کو نہ آنے دیں۔ بالعموم آدمی کو اس میں شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک کمزور انسان کی حیثیت سے ظاہر کرے، یا اسے برداشت کر لے جائے کہ لوگ اسے کمزور سمجھیں۔ وہ سیدھی طرح اس کا اعتراف نہیں کرتا کہ ضعفِ ارادہ نے اسے سست کر دیا ہے۔ اس کے بجائے وہ اس پر پردہ ڈالنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتا ہے، جن میں سے ہر طریقہ دوسرے سے بدتر ہوتا ہے۔

مثلاً وہ کام نہ کرنے کے لیے طرح طرح کے بہانے کرتا ہے اور آئے دن کوئی نہ کوئی عذر لٹکائیں کر کے ساتھیوں کو یہ فریب دینے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کے کام نہ کرنے کا اصل سبب مقصد سے لگاؤ اور دلچسپی میں کمی نہیں ہے بلکہ کچھ واقعی رکاوٹیں اس کی راہ میں حائل ہیں۔ یہ گویا سستی کی مدد پر جھوٹ کو بلانا ہے اور یہاں سے اس آدمی کا اخلاقی تنزل شروع ہوتا ہے جس نے اول اول صرف ترقی کی بلندیوں پر چڑھنا چھوڑ دیا تھا۔

یہ حیلہ جب پُرانا ہو کر بے کار ثابت ہونے لگتا ہے اور آدمی کو خطرہ ہوتا ہے کہ اب اصل کمزوری کا راز فاش ہو اچا ہوتا ہے تو وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ دراصل اپنی کمزوری کی وجہ سے سست نہیں ہوا ہے، بلکہ جماعت کی کچھ خرابیوں نے اسے بد دل کر دیا ہے۔ گویا آپ خود تو بہت کچھ کرنا چاہتے تھے مگر کیا کریں، ساتھیوں کے بگاڑنے دل توڑ کے رکھ دیا۔ اس طرح یہ گرتا ہوا انسان جب ایک جگہ قدم نہیں جما سکتا تو اور زیادہ نیچے اتر جاتا ہے اور اپنی کمزوری کو چھپانے کی خواہش اسے یہ منظرہ اپنی گردن پر لینے کے لیے آمادہ کر دیتی ہے کہ جس کام کو بنانے کے قابل وہ نہ رہا تھا اسے اب بگاڑنے کی کوشش شروع کر دے۔

ابتدائی مرحلے میں یہ بددلی کا معاملہ عمل رہتا ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ حضرت کیوں بد دل ہیں۔ خرابیوں کی مہم شکایتیں دینی زبان سے ظہر ہوتی ہیں، مگر ان کی کوئی تفصیل معلوم نہیں ہوتی۔ سانھی اگر حکمت سے کام لیں اور اصل مرض کو سمجھ کر اس کا مداوا کرنے کی فکر کریں تو یہ گرتا ہوا شخص مزید گرنے سے رک بچ سکتا ہے اور اوپر اٹھایا بھی جا سکتا ہے۔ لیکن اکثر نادان دوست کچھ بے جا جوش کی وجہ سے، اور کچھ اپنے جذبہ استعجاب کی تسکین کی خاطر کھویج کہ یہ شروع کر دیتے ہیں اور اسے اجمال کی تفصیل بیان کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنی بددلی کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے ہر طرف نظر دوڑاتا ہے۔ مختلف افراد کی انفرادی کمزوریاں چُن چُن کر جمع کرتا ہے۔ جماعت کے نظام اور اسکے کام میں نقائص ڈھونڈتا ہے۔ اور ایک فہرست بنا کر سامنے رکھ دیتا ہے کہ یہ ہیں وہ خرابیاں جنہیں نہ کچھ دیکھو کہ آخر کار یہ خاکسار ہمدول ہو گیا ہے۔ یعنی اس کے استدلال یہ ہوتا ہے کہ مجھ جیسا مردِ کامل، جو سب کمزوریوں سے پاک تھا، ان کمزوریاں تھیں اور اس نقائص سے لبریز جماعت کے ساتھ بھلا کس طرح آگے چل سکتا ہے؟ اور یہ طرز استدلال اختیار کرتے وقت شیطان اُسے یہ بات بھلا دیتا ہے کہ اگر واقعی معاملہ یہ تھا تو سست پڑنے کے بجائے یہ تو اور زیادہ سرگرم ہونے کا متقاضی تھا۔ جس کام کو آپ اپنی زندگی کا نصب العین ٹھہرا کر انجام دینے کے لیے اٹھے تھے اُسے اگر دوسرے اپنی خامیوں سے بگاڑ رہے تھے تو آپ اور زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اسے بنانے میں لگ جاتے اور اپنی خوبیوں سے دوسروں کی ان خامیوں کا ترازو فرماتے۔ آپ کے گھر میں آگ لگی ہو اور گھر کے دوسرے افراد اُسے بچھانے میں کوتاہی برتیں تو آپ بد دل ہو کر بیٹھ جائیں گے، یا بیٹے ہوئے گھر کو پکانے کے لیے ان کو تازہ دستوں سے ہڑھ کر چابک دستی دکھائیں گے؟

اس مولیٰ کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی غلطی پر مردہ ڈالنے اور اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش میں خود اپنے نامہ اعمال کا سارا حساب دوسروں کے نامہ اعمال میں درج کر ڈالتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ نامہ اعمال کا کوئی ریکارڈ ایسا بھی ہے جس میں کسی کی مکاری سے ایک شوشر بھی نہیں بدل سکتا۔ وہ دوسروں کے نامہ اعمال میں بہت سی وہ کمزوریاں گناتا ہے جن میں وہ خود

مبتلا ہوتا ہے۔ وہ جماعت کے کردار میں بستہ ہی اُن خرابیوں کی نشان دہی کرتا ہے جن کے پیدا کرنے میں اس کا اپنا حصہ دوسروں سے کم نہیں، کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ وہ اُن کاموں پر سر پائنگا بیست بنا ہوا نظر آتا ہے جو اس کے اپنے کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جب وہ کہتا ہے کہ یہ کچھ دیکھو کہ اس کا دل ٹوٹ گیا ہے تو اس کے معنی صاف یہ ہوتے ہیں کہ ان سب چیزوں سے وہ خود ہی الزمہ ہے۔

کوئی انسانی جماعت کمزوریوں سے خالی نہیں ہوتی۔ نہ کوئی انسانی کام نقص سے پاک ہوتا ہے۔ دنیا میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہیں ہو سکتا کہ انسانی معاشرے کی اصلاح و تعمیر کے لیے فرشتے فراہم ہوں اور سارے کام معیار کمال کے مطابق کریں۔ کمزوریاں ڈھونڈنے تو کہاں نہ مل جائیں گی۔ نقص تلاش کیجئے تو کس جگہ وہ نہ پائے جائیں گے۔ انسانی کام کمزوریوں اور خامیوں کے ساتھ ہی ہوا کرتے ہیں اور معیار کمال پر پہنچنے کی ساری کوششوں کے باوجود کسی ایسی حالت پر پہنچنے کی، کم از کم اس دنیا میں، امید نہیں کی جاسکتی جہاں انسان اور اس کا کام مستوحہ و مقدر ہو جائے۔

اس حالت میں اگر کمزوریوں اور خامیوں کی نشان دہی اس غرض کے لیے ہو کہ انہیں رفع کرنے اور معیار کمال کی طرف بڑھنے کے لیے مزید جدوجہد کی جائے تو اس سے زیادہ مبارک کام کوئی نہیں۔ انسانی کاموں میں جو اصلاح و ترقی بھی ممکن ہے اسی طریقے سے ممکن ہے۔ اور اس سے غفلت تباہ کن ہے۔ لیکن اگر انفرادی کمزوریاں اور اجتماعی خامیاں اس لیے تلاش کی جائیں کہ انہیں کام نہ کرنے اور بدل ہو کر ٹھیک جانے کے لیے بہانہ بنانا ہو، تو یہ خالص شیطانی وسوسہ اور نفس انارہ کا کرہ ہے۔ یہ بہانہ بہتر سے بہتر ممکن حالات میں بھی بہر جملہ جو انسان کو مل سکتا ہے، اس بہانے کا سہارا ہے۔ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک فرشتوں کی کوئی ٹولی انسانی جماعتوں کی جگہ لینے کے لیے نہ آجائے۔ اور اس بہانے کو پیش کرنا کسی ایسے شخص کو زیب نہیں دیتا جو خود کمزوریوں اور خامیوں سے اپنی ذات اقدس کے پاک ہونے کا ثبوت ہو گیا نہ کر دے۔ اس طرح کی باتوں کا حاصل کبھی یہ نہیں ہوتا کہ کوئی کمزوری دور ہو، یا کوئی خامی رفع ہو جائے۔ بلکہ یہ کمزوریوں اور خامیوں کو بڑھانے کا مجرب نسخہ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص یہ راہ اختیار کرے

اپنے گرد و پیش کے دوسرے تمام ضعیف الارادہ لوگوں کے لیے ایک غلط مثال بن جاتا ہے۔ وہ ان سب کو یہ راہ دکھا دیتا ہے کہ اپنے ضعف کا اعتراف کر کے ٹکونے سے بچیں، اور جو اپنے نفس کو بھی خراب دے کر مطمئن کرے۔ اس کی پیروی میں ہر بے عمل آدمی بددلی کا ڈھونگ رچانے لگتا ہے اور اس بددلی کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے ساتھیوں کی کمزوریاں اور جماعت کی خامیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک فہرست تیار کرنی شروع کر دیتا ہے۔ پھر اس سے بددلی کا ایک چکر چل پڑتا ہے۔ ایک طرف جماعت میں عیب چینی و خوردہ گیری اور الزام و جواب الزام کی ایک وبا پھوٹ پڑتی ہے جو اس کے اخلاقی مزاج کا ستیا ناس کر دیتی ہے۔ دوسری طرف اچھے خاصے سرگرم اور مخلص آدمی، جو کسی ضعیف ارادہ میں مبتلا نہ تھے، کمزوریوں اور خامیوں کے اس چرچے سے متاثر ہو کر بددلی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور جب اس مرض کی مددک تھام کے لیے کچھ کیا جاتا ہے تو بددلیوں کا ایک بڑا بٹا بننے لگتا ہے۔ بددلی ایک مسلک اور ایک تحریک کی شکل اختیار کرتی ہے۔ بددلی ہونا، بددلی کرنا اور بددلی کے حق میں دلائل فراہم کرنا بجائے خود ایک کام بن جاتا ہے، اور جو لوگ اصل مقصد کے لیے کام کرنے میں سست ہو چکے تھے وہ اس کام میں خوب چستی دکھانے لگتے ہیں۔ یوں ان کی مری ہوئی دلچسپی زندہ ہوتی ہے مگر اس شان کے ساتھ کہ اس کا زندہ ہونا اس کی موت سے زیادہ افسوسناک ہوتا ہے۔

یہ ایک اور خطرہ ہے جس سے ہر اس جماعت کو خبردار رہنا چاہیے جو اصلاح و تعمیر کی سعی کے لیے اٹھے۔ اس کے کارکنوں اور کارفرماؤں کو ضعیف ارادہ کے نقصانات اور اس کی بسیط اور مرکب صورتوں کے فرق اور ان میں سے ہر ایک کے اثرات و نتائج سے اچھی طرح واقف ہونا چاہیے اور اس کے ابتدائی آثار نمودار ہوتے ہی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔

ضعیف ارادہ بسیط یہ ہے کہ جماعت میں کوئی شخص اس کام کو بہ حق اور اس کا بیڑا اٹھانے والی جماعت کو صحیح مانتے ہوئے، عملدستی، اور دلچسپی میں کمی دکھانی شروع کر دے۔ اس صورت کے رونما ہوتے ہی چند تدبیریں اختیار کرنی چاہئیں۔

ایک یہ کہ ایسے شخص کے حالات کی تحقیق کر کے یہ معلوم کیا جائے کہ اس کی سستی کی وجہ آیا ضعیف ارادہ

ہی ہے یا کچھ حقیقی مشکلات ہیں جو اسے مست کر رہی ہیں۔ اگر حقیقی مشکلات پائی جائیں تو جماعت کو ان سے باخبر ہونا چاہیے تاکہ انہیں رفع کرنے میں ایک رفیق کی مدد بھی کی جائے اور اس کی سستی دوسروں کی نگاہ میں کوئی غلط معنی بھی نہ پہن سکے، نہ کسی کے لیے غلط نظیر بن سکے۔ اور اگر اصل سبب ضعف ارادہ ہی متحقق ہو تو بھونڈے طریقوں سے اجتناب کرتے ہوئے، حکمت کے ساتھ ایسے شخص کے معاملے کو جماعت کے سامنے اُن لوگوں کے معاملے سے ممتاز ہو جانا چاہیے جو حقیقی مشکلات کی وجہ سے کام میں سرگرم نہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ ضعف الارادہ آدمی کی حالت جس وقت بھی نوٹس میں آئے اُس کے ضعف کو تذکیر و تلقین اور نصیحت کے ذریعہ سے دور کرنے کی کوشش شروع کر دینی چاہیے۔ خصوصیت کے ساتھ جماعت کے بہتر آدمیوں کو اُس کی طرف توجہ کرنی چاہیے کہ اس کے مرتے ہوئے جذبے کو اکسائیں اور عملاً اسے اپنے ساتھ لگا کر حرکت میں لانے کی سعی کریں۔

تیسرے یہ کہ ایسے شخص کو ٹوکتے رہنا چاہیے تاکہ جماعت میں اس طرح کی سستی اور بے عملی ایسا معمول چیز نہ بن جائے اور دوسرے لوگ ایک دوسرے کا سہارا لے کر بیٹھتے نہ چلے جائیں۔ اگر جماعت کے اندر وقتاً فوقتاً اس امر کا محاسبہ ہوتا رہے کہ کون وقت اور محنت اور مال کا کتنا ایثار کر سکتا ہے اور کتنا کر رہا ہے، اور کس کی کارگزاری اس کی واقعی استعداد سے کیا نسبت رکھتی ہے، تو یہ ہر اس شخص کے لیے کسی نہ کسی حد تک نجات کا موجب ہوگا جو محاسبہ کی میزان میں ہلکا اُتر نہ رہا ہو اور یہ نجات لوگوں کو سست پڑنے سے روکتی رہے گی۔ لیکن یہ محاسبہ اس انداز سے نہ ہونا چاہیے کہ بسطِ ضعفِ ارادہ کا مریض مرکبِ ضعفِ ارادہ میں مبتلا ہو جائے۔ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک شخص میں جو کمزوری پیدا ہو رہی ہے اسے اگر رفع نہ کیا جاسکے تو کم از کم بڑھنے نہ دیا جائے۔ نادانی کے ساتھ ضرورت سے زیادہ جوش دکھانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک برائی میں پھنسا ہوا آدمی اس سے شدید تر برائی کی طرف زبردستی پھیل دیا جاتا ہے۔

ضعفِ ارادہ مرکب یہ ہے کہ آدمی اپنی کمزوری پر جھوٹ اور بکر کے پردے ڈالنے کی کوشش کرے اور بڑھتے بڑھتے یہ ثابت کرنے پر اُتر آئے کہ خرابی اُس میں نہیں بلکہ جماعت میں ہے۔ یہ محض ایک کمزوری (باقی برص ۵)